حضرت علیؑ کی شخصیت

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ، کراچی

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت مجموعی طور پر ایسے صفات اور کمالات کی حامل تھی جو کسی ایک انسان میں بیک وقت عام طور پر جمع نہیں ہوتے۔ میدان جنگ کا ایک قوی دل سپاہی جس کی تلوار سے دشمنوں کے خون کی بارش ہوتی رہتی ہو اور جس کے ذہن میں کٹے ہوئے سروں اور تڑپتی ہوئی لاشوں کے سوا کسی اور بات کا تصور ہی نہ ہو، وہ حکمت اور فلسفہ کے گہرے مسائل کی گتھیوں کو نہیں سلجھا سکتا مگر حضرت علیؑ کی ذات گرامی میں یہ صفتیں اپنے پورے کمال کے ساتھ موجود تھیں ان کی شجاعت اور بہادری کے لئے بدر و اُحد وخیبر وخندق وحنین اور اسلام کی تمام بڑی اور چھوٹی لڑائیاں گواہی دیں گی کہ میدان جنگ نے اُن سے بہتر کوئی سپاہی نہیں دیکھا جس نے کبھی دشمن سے ڈر کر منہ نہیں پھیرا اور نہ کبھی شکست کھائی۔ انسانی تاریخ بہادروں اور شجاعوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے مگر ایسا بہادر، ایسا سورما، ایسا مردِ میدان اور ایسا فاتح دنیا کی آنکھ نے حضرتِ علیؑ کے سوا نہیں دیکھا جس کی ساری جنگی زندگی فرار کے تصور سے خالی ہو اور جس نے کبھی دشمن سے نہ رحم وکرم کی بھیک طلب کی ہو اور نہ اُس کے خوف سے پناہ کی جگہ تلاش کی ہو۔ اس عدیم المثال شجاعت اور بہادری کے ساتھ آپ محراب عبادت کے شب زندہ دار نمازی تھے، علم وحکمت اور فلسفہ ومعرفت میں یکتائے زمانہ تھے اور تدبر وسحر بیانی میں اپنی ہی مثال۔

آپ کی ولادت ۳۰ عام الفیل مطابق ۶۰۰ء عین خانۂ کعبہ میں ہوئی۔ شاہ ولی اللہ نے علامہ حاکم کے حوالے سے لکھا ہے: "قَدْ تَوَاتَرتِ الاخبارُ اَنَّ فاطمۃَ بنت اسدٍ وَلَدتْ عَلیًا فی جوفِ الکعبۃِ" یعنی احادیث متواترہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فاطمہ بنت اسد کے یہاں حضرت علیؑ کی ولادت عین کعبہ میں ہوئی تھی۔ آپ کی شہادت ۲۱ رمضان ۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک تقریباً ۶۳ سال تھی جب آپ کے سر اقدس پر مسجد کوفہ میں ضربت لگی تھی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں: "وَکَانَ رَبَّاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِنْ صِغرِہٖ فَلَمْ یُفَارِقْہُ اِلٰی اَنْ مَاتَ۔" یعنی آپ کو سرورِ کائنات ﷺ نے آپ کے بچپنے ہی سے تربیت فرمایا تھا۔ پھر اس کے بعد آپ وقت وفاتِ رسول اللہ تک کبھی اُن سے جدا نہ ہوئے۔ حضرت رسالت مآب کی بعثت کے وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی اور ہجرت کے وقت تقریباً ۲۳ سال تھی۔ ظاہر بات ہے کہ جس عظیم بچہ کو ایسے عظیم اور انتہائی شفیق استاد کی تربیت کا شرف ملا ہو اور اس بچہ میں اس معلم کامل سے استفادہ کرنے کی اس کی پوری حد تک صلاحیت اور قابلیت موجود ہو جس کا کسی طرح بھی امکان ہو سکتا ہے تو اس کا یقینی نتیجہ سوائے اس کے کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ بچہ اپنے استاد کے تمام کمالات، صفات اور کردار کا آئینہ دار ہوگا۔ بس یہی حالت حضرت امیر المومنین کے خلق عظیم، علم ومعرفت، شجاعت وحکمت، تدبر واستقلال، سخاوت وعبادت، عزم وہمت، عدل وانصاف اور زہد وتقویٰ نیز دوسرے صفات وکمالات میں اُن کی حیاتِ طیبہ کا بہترین نمونہ تھے۔ بعثتِ رسولؐ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی کو سرور کائنات کے ساتھ نمازِ جماعت میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی

میں ایک لمحہ کے لئے بھی بتوں کے سامنے سرنہیں جھکایا۔ آپ حضرت رسالتمآبؐ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے شوہر اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ جیسے سرمایۂ روزگار فرزندوں کے والد تھے۔ شب ہجرت آپ سرور کائنات کے بستر پر سوئے اُس وقت جب چاروں طرف خون کے پیاسے دشمنوں کا نرغہ تھا۔

ہجرت کے بعد جب رسول اللہ نے مدینہ میں آکر ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو حضرت علیؑ کے لئے فرمایا تھا: "اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ" اے علیؑ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ آپ ہی سرور کائناتؐ کے ہمیشہ علمدار رہے چنانچہ تاریخ طبری وغیرہ میں لکھا ہے۔ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ جنگ اُحد میں میرے ہاتھ میں زخم لگنے سے علم گر گیا تھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علم کو علیؑ کے بائیں ہاتھ میں دے دو کیونکہ یہ دین و دنیا میں میرا علمدار ہے۔ بہادری کے ساتھ نرم دلی اور رحم وکرم آپ کی شجاعت کے مخصوص اصول ہیں دشمن پر پوری طرح قابو پاکر اس کے ساتھ حسن اخلاق اور نرمی سے پیش آنا اور اپنے مغلوب حریف کے ساتھ ہمدردی کرنا آپ کے محاسن اخلاق کی بلندی کا پورا ثبوت ہیں۔

آپ نے ہمیشہ ایک غریب انسان کی طرح زندگی بسر کی اور دوسروں کو بھی انتہائی سادہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے۔ اپنے دورِ حکومت وخلافت میں آپ کو بصرہ کے گورنر عثمان بن حُنیف کے متعلق شکایت ملی کہ انھوں نے شہر کے رئیسوں اور مالداروں کی دعوت میں شرکت کی جہاں غریبوں کو نہیں بلایا گیا تھا۔ یہ خبر ملتے ہی آپ نے گورنر کو تحریر فرمایا۔

"مَا ظَنَنْتُ اَنَّکَ تُجِیبُ اِلٰی طَعَامِ قَوْمٍ عَائِلُھُمْ مَجْفُوٌّ وَ غَنِیُّھُمْ مَدْعُوٌّ۔" مجھے اس کی توقع نہ تھی کہ تم ایک ایسی جماعت کی دعوتِ طعام قبول کرلوگے جہاں غریبوں کو نظر انداز کیا گیا ہے اور امیروں اور دولت مندوں کو بلایا جاتا ہے۔ ہر ماموم اور محکوم کے لئے ایک امام اور حاکم ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے۔ "اَلَا وَاِنَّ اِمَامَکُمْ قَدِ اکْتَفٰی مِنْ دُنْیَاہُ بِطِمْرَیْہِ وَمِنْ طُعْمِہٖ بِقُرْصَیْہِ" تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے امام نے اپنی دنیا سے اپنے پہننے کے لئے صرف دو پرانے کپڑے حاصل کئے ہیں اور غذا کے لئے محض دو سوکھی روٹیاں۔ "اَلَا وَاِنَّکُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰی ذَالِکَ وَلٰکِنْ اَعِیْنُوْنِیْ بِوَرَعٍ وَاجْتِھَادٍ وَعِفَّۃٍ وَسَدَادٍ۔" آگاہ ہوجاؤ کہ تم یقیناً اس حد تک نہیں کرسکتے مگر کوشش تو کرو اور جس قدر بھی دنیاداری سے بچنا ممکن ہو بچنے کی سعی سے غفلت نہ کرو اور اپنے اس عمل اور کوشش سے میری مدد کرو۔ میں نے تمہاری دنیا میں سے سونے کے ٹکڑے جمع نہیں کئے اور نہ اُس کے ذخیروں میں سے دولتیں اکٹھا کی ہیں، اگر میں چاہتا تو دنیا کے شہد تک رسائی حاصل کرسکتا تھا مگر یہ بات میری طبیعت سے بہت دور ہے کہ نفسانی خواہش مجھ پر غالب آسکے اور حرص وہوس مجھے اس پر مائل کرسکے کہ میں اچھی اچھی غذاؤں اور عمدہ کھانوں کے انتخاب میں مشغول ہوجاؤں جب کہ ملک میں ایسے محتاج اور غریب لوگ بھی موجود ہوں جنہیں ایک وقت کی روٹی بھی میسر نہ ہو یا میں پیٹ بھر کر رات گزار دوں اور میرے گرد وپیش کچھ بھوکے شکم ہوں اور پیاس سے جلتے ہوئے جگر موجود ہوں۔

"اَاَقْنَعُ مِنْ نَفْسِیْ بِاَنْ یُقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا اُشَارِکُھُمْ فِیْ مَکَارِہِ الدَّھْرِ اَوْ اَکُوْنَ اُسْوَۃً لَھُمْ فِیْ جُشُوْبَتِہِ الْعَیْشِ۔"

کیا میں اس بات پر قناعت کرلوں کہ مجھے مومنوں کا امیر کہہ کر خطاب کیا جائے اور میں زمانہ کی مصیبتوں میں مسلمانوں کا شریک حال نہ بنوں اور زندگی کی سختیوں میں اُن کے سامنے اپنی زندگی کو مثال بنا کر نہ پیش کروں میں اس حیوان کی طرح ہرگز نہیں پیدا ہوا ہوں جس کی پوری کوشش صرف یہ رہتی ہے کہ وہ اپنا چارا تلاش کرلے بلکہ میری خلقت کی غرض اس سے بہت بلند ہے۔

امام عالی مقام نے اپنے فرزند امام حسنؑ کو وصیت فرمائی تھی: اے حسنؑ اپنے ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور جو

(بقیہ......صفحہ ۵۰ پر)

شبِ ہجرت نبیؐ کی سبز چادر اوڑھنے والے
تری اس نیند نے اسلام کی قسمت جگائی ہے
وہی نام و لقب، تیور وہی کشور کشائی کے
وہی زورِ ید اللّٰہی وہی محکم کلائی کے
اُسی تلوار کا وارث ہے یہ بچہ جو خیبر میں
امینؑ وحی نے اپنے پروں پر آزمائی ہے
علیؑ کی آرزو ہے، یہ محمدؐ کی تمنا ہے
یہ حاصل ہے رسالتؐ کا امامت کی کمائی ہے
سعیدؔ اس نور نے نو منزلیں اب تک گذاری تھیں
یہ دسواں بُرج ہے جس میں امامت آج آئی ہے

✡✡✡

(بقیہ..........شیعیت کا تعارف)

(۸) ایک افترا اور بہتان ہمارے خلاف یہ ہے کہ شیعہ عیدنوروز اور عید غدیر پر (معاذ اللہ) ہر حرام کو حلال قرار دے لیتے ہیں۔

حاشاء کلا و الی اللّٰہ الشکویٰ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے یہاں نوروز اور عید غدیر میں مثل عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے نمازیں اور دعائیں وارد ہیں جو ذکر الٰہی پر مشتمل ہیں اور متبرک دنوں میں ہمارے یہاں خیر وخیرات کا اہتمام دوسرے عام دنوں سے زیادہ کیا جاتا ہے۔اس کے خلاف جو بھی کہا جائے وہ افترا و بہتان کے سوا کچھ نہیں۔

(۹) کہا جاتا ہے کہ شیعوں کے یہاں حضرت امام حسینؑ کی عزاداری کو کافی سمجھا جاتا ہے۔اور نماز روزہ کسی چیز کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔یہ بھی غلط اور بالکل غلط ہے۔ہم نماز روزہ کے وجوب کو ضروریات دین میں سے جانتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر مانتے ہیں اور محبت اہلبیتؑ کا حقیقی تقاضا احکام الٰہی کی اطاعت ہی کو سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور رکیک و بے بنیاد افواہیں کتنی ہیں جو صرف نفرت پیدا کرنے کے لئے ہم پر عائد کردی گئی ہیں،مثلاً شیعہ اہل سنت کو جو پانی وغیرہ دیتے ہیں،وہ تھوک کر دیتے ہیں یا تازہ بتازہ تہمت جو پاکستان اور بالخصوص کراچی کے کچھ حلقوں میں چلی ہے کہ ہر سال شیعہ کسی سنی کو حلال کرتے ہیں اور ذوالجناح کی چادر پر جو سرخ دھبّے ہوتے ہیں یہ اسی خون کے چھینٹے ہوتے ہیں۔یہ ایسی لچر پوچ اور بے بنیاد باتیں ہیں جن کی رد کسی علمی رسالہ کے شایان شان نہیں۔

اللہ مسلمانوں کو توفیق عطا کرے کہ وہ حق پر صرف حق کے معیار سے غور کریں اور ایسی بے ہودہ بکواسوں پر اعتنا نہ کریں جنہیں اہل باطل صرف حق سے متنفر بنانے کے لئے تصنیف کیا کرتے ہیں۔**واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔** ✡✡✡

(بقیہ---------حضرت علیؑ شخصیت)

کچھ کرنا اسی کی خوشنودی کے لئے کرنا۔غریبوں،مسکینوں اور مصیبت کے ماروں سے ہمیشہ محبت اور ہمدردی کا برتاؤ رکھنا اور کبھی لوگوں کی بھلائی اور اصلاح وفلاح کے کاموں میں کوتاہی نہ کرنا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کی زندگی اسلامی فکر وکردار کی بلند ترین مثال ہے جو زمانہ کے ہر موڑ پر انسانیت کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

✡✡✡